پشتو شاعری اور نثر کا ارتقاء

The Evolution of Pashto Poetry and Writings

وحید اللہ خان*

امیر نواز مروت**

Abstract

The literature of every language whether it is poetry or prose did not come into existence in a single day but it came into being after passing fluctuation and ups and downs of many years. It has its long history behind it as it takes centuries to evolve and develop. Today it is available to the world in unequivocal and clear shape. The same situation is that of Pashto literature. If history of its poetry and prose is thoroughly studied, it will become clear that Pashto literature is also very ancient. Basically the beginning of Islam is the beginning of Pashto literature in Indo-Pakistan Sub-Continent. The main purpose of this article is to find out how many years Pashto poetry and prose is old. Who were the first Pashto writers both in poetry and prose and who played an eminent role in the development of Pashto literature? What ancient books of the Pashto language are available and what are not? When and how other genres like fictions, novels and dramas were introduced in Pashto language?

Key Terms: evolution, poetry, poets, prose, Pashto ancient books, (Pata Khazana, Khair-ul-Bayan, Makhzan-ul-Islam), fiction, novel, drama.

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج آف مینجمنٹ سائنسز، تالاش، ضلع لوئر دیر، و پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف ہسٹری اینڈ پاکستان سٹڈیز، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی،اسلام آباد

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ مطالعۂ پاکستان، گورنمنٹ سپیریئر سائنس کالج، پشاور و پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف ہسٹری اینڈ پاکستان سٹڈیز، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی،اسلام آباد

زبان ایک ایسا ذریعہ ہے جسکی بدولت لوگ آپس میں خیالات ،جذبات اور احساسات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ اسی کی بدولت ایک انسان کا مقصد دوسرے انسان تک پہنچ جاتا ہے۔ عربی زبان میں اس کو لسان یا لغت کہا جاتاہے۔ یونانی میں لغوس، انگریزی میں لینگویج ،اردو اور فارسی میں زبان جبکہ پشتو میں ژبہ کہلاتی ہے۔١ دنیا میں ہزاروں زبانیں بولی، لکھی اور سمجھی جاتی ہیں۔ ان میں عربی، چائنی، انگریزی، فرانسیسی، یونانی، فارسی، روسی، جرمنی، ہسپانوی، اردو اور ترکی زبانیں بہت نمایاں ہیں۔ ہر زبان کا اپنا رسم الخط، بولی، شاعری اور نثر موجود ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ زبانیں کب اور کیسے پیدا ہوئیں؟ ہر شخص اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ صفحہ ہستی پر بے شمار اقوام رہ رہیں ہیں۔ ہر قوم کی اپنی مخصوص اور مختلف روایات، تہذیب وثقافت اور زبان ہے۔ لیکن یہ کسی کو بھی معلوم نہیں کہ کونسے بنیادی نظام سے ان تمام اقوام کی زبانیں وجود میں آئیں۔ کچھ ماہرین زبان کے مطابق زبان انسا ن کے ساتھ پیدا ہوئی ہے، لیکن نظریہء ارتقا کے خالقین کے مطابق پانچ لاکھ سال قبل جب انسان اس زمین پر آباد تھا تو نہ اس کی اپنی کوئی ثقافت تھی اور نہ ہی زبان ۔پھر آہستہ آہستہ مختلف آوازوں کے استعمال اور ضروریات زندگی کی تکمیل کے لئے انھوں نے زبان کا استعمال شروع کیا۔ دوسری جانب اگر قرآن کامطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتاہے کہ جب پہلے پیغمبر حضرت آدمؑ کو پیدا کیا گیا تو ان کو تمام اشیاء کے نام سکھائے گئے۲۔ اسطرح سورۃ الرحمٰن کی آیت نمبر ۲-۳ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اللہ نے انسان کو پیداکیا اور اس کو بولنا سکھایا'' نظریہ ارتقاء کے مطابق زبان انسان کے ساتھ پیدا ہوئی ہے۔ اپنے ارتقاء کے پہلے مرحلے میں وہ غاروں میں رہتا تھا اور درختوں کے پتے کھاتا تھا۔ پھر اس نے زمین پر رہنا شروع کیا اور اپنا پیٹ پالنے کے لئے شکار کرنا سیکھ لیا۔ بعد میں زراعت بھی سیکھ لی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ چیزیں جو وہ استعمال کرتا تھا ان کو نام دینا شروع کیا اور اپنے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے اشارے، طیور اور آوازیں استعمال کرنے لگا اور آہستہ آہستہ الفاظ اور باتیں سیکھنے لگا۔ ان الفاظ اور باتوں کو زبا ن کی شکل دے دی گئی۳۔ دوسرے مرحلے میں جب آبادی بڑھتی گئی تو یہ لوگ ایک دوسرے

سے الگ تھلگ ہو کر مختلف جگہوں پر آباد ہونے لگے۔ اسطرح جغرافیائی اور ماحولیاتی عوامل اور وقت کی ضروریات کی بنیاد پر ان کی زبانیں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہونے لگیں۔ اب دوسرا سوال یہ اُبھرتا ہے کہ کیسے اور کب زبان لکھنے کا رواج شروع ہوا؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اپنی تاریخی، ثقافتی، روایتی اور مذہبی ورثے کو محفوظ کرنے اور اس کو آئندہ نسل تک پہنچانے کے لئے ایک زندہ قوم نے ان الفاظ کو کندہ کرنے کے لئے لکڑیوں، پتھروں اور ہڈیوں کا استعمال شروع کیا۔ ایسی تحریریں پائیدار ہوتی تھیں اور ان کو مٹانا مشکل بھی تھا۔ لکھنے کا یہ عمل پہلے تراشنے کی شکل میں تھا اورپھر عام لکھائی کی صورت اختیار کرنے لگا۔

مذکورہ بالا بین الاقوامی اور بڑی زبانوں کے علاوہ دنیا کے مختلف خطوں اور علاقوں میں مقامی بولیاں بھی بولی جاتی ہیں۔ پاکستان میں اردو جیسی بڑی اور قومی زبان کے علاوہ بہت ساری علاقائی بولیاں بھی بولی جاتی ہیں۔ مثلاً سندھی ،پنجابی،پشتو، کشمیری، سرائیکی،شینا،کھواڑ، بلتی اور ہندکو وغیرہ۔پاکستان میں چھوٹی بڑی تقریباً ۳۰زبانیں بولی جاتی ہیں۔ پنجابی پاکستان کے صوبہ پنجاب میں بولی جاتی ہے۔ اس کے مشہور شعراء بھلّے شاہ ،وارث شاہ اور سلطان باہو ہیں۔ لوک داستانیں بھی اس زبان میں لکھی گئی ہیں مثلاً وارث شاہ کا ''ہیررانجھا''، ہاشم شاہ کا''سسی پنوں'' فضل شاہ کا ''سوہنی مہینوال'' اور حافظ برخوردار کا ''مرزا صاحبان''۔ یہ تمام داستانیں پنجابی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ آجکل بے شمار ڈرامے، فلمیں اور دیگر پروگرام بھی پنجابی زبان میں ٹیلی ویژن، ریڈیو اور سنیما پر نشر کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح سندھی او ر بلوچی زبانیں سندھ اور بلوچستان میں بالترتیب بولی جاتی ہیں۔ شاہ عبدالطیف بٹھائی اور سچل سر مست سندھی جبکہ توکل مست بلوچی زبان کے شاعرہیں۔ شاہ عبدالطیف بٹھائی کا مجموعہ کلام'' شاجو رسالو''ہے۔ ان علاقائی زبانوں کا اپنا رسم خط ہے جس پر عربی اور فارسی رسم الخط کا اثر نمایاں ہے۔

جہاں تک پشتو زبان کا تعلق ہے یہ پاکستان کی علاقائی زبانوں میں سے ایک ایسی علاقائی زبان ہے جو پختون قوم کی مادری زبان ہے۔ پختون قوم صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختون خواہ) ،فاٹا، افغانستان اور پاکستان کے دیگر صوبوں اور علاقوں میں آباد ہے۔ پختون

قوم کون ہے؟ اس کے بارے میں کئی نظریات ہیں کچھ پشتو مورخین کے مطابق پختون یہودیوں کی اولاد ہیں۔ جبکہ چند دیگر مورخین کے مطابق پختون قوم بنی اسرائیل یا اریان کی نسل سے ہے۴۔ اگرچہ پشتو ایک قدیم زبان ہے تاہم اس کے ادب کا آغاز اسلام کے آغاز سے ہوا۔ پشتو کے حروف تہجی سلطان محمود غزنوی کے دور حکومت میں قاضی سیف اللہ خان نے متعارف کئے۵۔دیگر زبانوں اور ادبوں کی طرح پشتو زبان اور ادب کا آغاز بھی شاعری سے ہوا۔ امیر کروڑ (۱۳۹ھ) کو پشتو کا پہلا شاعر مانا جاتا ہے۶۔اس نے اپنی ایک نظم اردو اور فارسی شاعری کے آغاز سے قبل لکھی ہے۷۔دوسرا پشتو شاعر بیٹ نیکہ ہے ۔اس دور کی شاعری پر مذہبی خصوصیات جیسے بہادری، حیا، عزت نفس، التجا اور اللہ کی حاکمیت اعلیٰ غالب ہیں ۔یہ شاعری سادہ تھی اور دیگر زبانوں کے اثر سے آزاد تھی۔ سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان پر حملوں کے بعد (۹۹۷تا ۱۰۳۰ء) یہ علاقہ فارسی زبان کے زیرِاثر آیا ۔امیر تیمور کے دور میں ایک لکھاری اکبر زمیندار وے(۷۷۱ھ/۱۴۰۰ء)نے پشتو شاعری میں غزل متعارف کرایا۸۔ اسی طرح شیخ عیسیٰ شیر شاہ سوری (۱۵۴۰تا۱۵۴۵)کے زمانے میں ایک شاعر تھے۹۔ ملا مست زمند ،جو ۹۵۰ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۰۰۰ھ میں وفات پاگئے۔ وہ اپنے زمانے کے محقق اور مصنف تھے جس نے سلوک الغزوات تحریر کی جو اسلامی غزوات کے بارے میں ہے۱۰۔ اسطرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں یہ پشتو میں غزل فارسی زبان سے آیا ہے۱۱۔ عشقِ حقیقی و مجازی کے ساتھ ساتھ تصوف جیسی خصوصیات شاعری میں نظر آنے لگیں۔ اور پیر روشن جسکا اصلی نام بایزید انصاری تھا پہلے صوفی شا عر کے نام سے جانے جا تے ہیں۔ پیر روشن اور اس کے ساتھی جیسے مرزا خان انصاری ،دولت لوانڑے، ارزانے اور مخلص نے پشتو کوتصوف کی خوبی سے نوازا۔ ان میں مرزا خان انصاری کا بیشتر کلام صوفیانہ مضامین و تصورات پر مبنی ہے۔اس دور میں فارسی نے اپنے پاؤں گاڑ دیئے تھے۔

گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری میں خوشحال خان خٹک اور ان کے خاندان نے پشتو شاعری کو ترقی دینے اور اس کو آگے بڑ ھانے کے لئے اسے اک نیا رنگ دیا۔ خوشحال نے بہت بہادری سے پشتو شاعری میں فارسی روایت کو برقرار رکھا لیکن جب مغل حکمران

سے ان کے تعلقات خراب ہوگئے تو پشتو کا رنگ بھی فارسی کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔ خوشحال نے بہت دلیری سے اپنی شاعری میں پشتو کی نمائندگی کی ہے۔ بہادری اور غیرت کے ساتھ ساتھ عشق و محبت کے مضامین بھی ان کی شاعری کا حصہ ہیں۔عظیم صوفی شاعر عبدالرحمان بابا کا تعلق بھی اسی دور سے ہے۔ انھوں نے پشتو شاعری کو تصوف کا سادہ رنگ دیا۔ رحمان بابا نے پشتو شاعری میں ایک ایسی عظیم اور نمایاں تحریک چلائی جو آج تک عزت واحترام سے یا د کی جاتی ہے۔یہ ان کی اس تحریک کا اثر تھا کہ احمد شاہ بابا، بیدل، حافظ الپوری اورعظیم بابا نے تصوف کے وہی خیالات آگے بڑ ھا یے۔رحمان بابا کی شاعری کا بڑا حصہ اسلامی تعلیمات اور مفید نصائح پر مبنی ہے۔ وہ اپنی شاعری میں تصوف کے ساتھ ساتھ اخلاقیات، محبت، صبر و قناعت، سادگی اور عا جزی و انکساری کا درس دیتے ہیں۔ ان کے اشعار پختون قوم بطورِضرب المثل استعمال کرتی ہے۔ جہاں پر خوشحال اور عبدالرحمٰن کا ذکر آئے وہاں پشتو زبان کے ایک اورعظیم شاعر عبد الحمید کو بھلانا ناانصافی ہوگی، جو پشتو شاعری اور ادب کے تیسرے استاد یا معلم جانے جاتے ہیں۔ اگر خوشحال خان خٹک قومیت اور عبدالرحمٰن تصوف کے شاعر تھے تو عبدالحمید بابا تخیلات کی نزاکت کے شاعر تھے۱۲۔ اسی وجہ سے وہ عبدالحمید موشگاف کے نام سے مشہور ہیں۔ انھوں نے پشتو شاعری کو ہرقسم کے رنگ سے نوازا۔ ان کی شاعری تشبیہات، استعارات، کنایوں، تخیلات اور فصاحت و بلاغت کے لئے مشہور ہے۔ انھوں نے کئی فارسی کتابوں کے پشتو زبان میں ترجمے کئے ۔ان میں ''نیرنگ عشق'' (فارسی زبان میں مولانامحمد اکرام گجراتی کی مثنوی)، ''شاہ و گدا''(ہلالی) اور ''شریعت الاسلام'' شامل ہیں۔ موجودہ نئے دور میں پشتو شاعری پر اردو اور انگریزی زبان کا اثر ہے۔ اس دور کے عظیم شعراء حمزہ خان شنواری،غنی خان، قلندر مومند، محمد اعظم اعظم، دوست محمد کامل، ساحر آفریدی، اجمل خٹک، ایوب صابر، اشرف مفتون، میاں سیدرسول رسااور پریشان خٹک کے نام قابل ذکر ہیں۔امیرحمزہ خان شنواری کو بابائے غزل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ انھوں نے اپنی ساری عمر اور جوانی غزل کے لئے وقف کی تھی۔ انھوں نے پشتو غزل کو جوانی بخشی لیکن خود بوڑھے ہوگئے ان کے چند اشعار ملاحظہ ہوں،

حمزہ زوانی زما غزل اوخوڑہ
خامی می دا دہ چی غزل نہ شومہ
ستا پہ انگو کی دہ حمزہ د وینو سرہ دی
تہ شوے دپشتو غزلہ زوان زہ دی بابا کڑم

ان کے شاعری کے مشہور مجموعے غزونے، پریوانی، سپرلے پہ آئینہ کی۱۳،دہ زڑہ آواز(دل کی آواز)،پریوانی حمزہ باباکی شاعری کی چوتھی کتاب ہے جوانھوں نے اس وقت کے صوبہ سرحد (خیبر پختونخواہ) کے گورنر لیفٹنٹ جنرل فضل حق کے نام سے منسوب کیا ہے-۱۴

پشتونثر کا ارتقاء:

اگر ایک طرف پشتو ادب کا آغاز شاعری سے ۱۳۹ہجری میں ہوا تو دوسری طرف ۳۰۰ہجری میں اس کے نثر کا آغاز ہو ا۔ پشتو نثر کے ارتقاء کو مندرجہ ذیل ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا دور(۳۰۰تا ۹۰۰ہجری):

پہلے دور کی قدیم نثر کی کتاب ''د سالو وگمہ''(صحرائے نسیم) ہے۔ اس کتاب کے مصنف ابو محمد ہاشم سروانی ہے(۲۲۳تا ۲۹۷ہجری) ۱۵- اس کتاب میں انھوں نے پشتو زبان کو عربی فصاحت و بلاغت سے نوازا ہے۔ ابو محمد ہاشم سروانی کی سوانح حیات کو''پٹہ خزانہ''کے مصنف محمد ھوتک نے شیخ کٹہ کی کتاب ''لرغونی پختانہ'' سے نقل کیاہے۱۶-محمد ھوتک کے مطابق ہاشم سروانی شاعری بھی کیا کرتے تھے۱۷-بدقسمتی سے ہاشم سروانی کی یہ کتاب موجودنہیں۔ دوسرے قدیم مصنف سلیمان ماکو (۶۱۲ہجری)تھے۔ ان کے والد کا نام بارک خان تھا۔ سلیمان ماکو قندھار کے علاقے ارغسان سے تعلق رکھتے تھے۔ انھوں نے جو کتاب تحریر کی ہے اس کا نام ''تذکرۃ الاولیاء''ہے۔یہ کتاب اس وقت کے روحانی اور پارسا لوگوں کے حالات کے بارے میں لکھی گئی ہے۱۸-اس کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ سلیمان ماکو خود

ایک بااعتماد اور دانشمند تاریخ دان تھے۔ انھوں نے بذاتِ خودروحانی شخصیات اور ادباء کے پاس جاکر ان کے بیانات اور اشعار قلمبند کئے اور ان کے حالات ِزندگی جمع کرکے اپنی اس کتاب کو تحریر کیا ہے۔ تاہم ماسوائے اس کتاب کے چند صفحات کے ''ابو محمد ہاشم'' کی کتاب کی طرح یہ بھی ہمارے ہاں ناپید ہے۱۹۔پشتو نثر کی تیسری ناپید کتاب ''تاریخ سوری'' ہے۔اس کتاب کے مصنف محمد بن علی البستی (۶۵۰ہجری) ہے۔ ''پٹہ خزانہ'' کے مصنف محمد ھوتک ''لرغونی پختانہ'' سے نقل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ''محمد بن علی البستی نے سوری خاندان کے بارے میں لکھا ہے۔ ''لرغونی پختانہ'' کے ذیادہ تر مواد اسی کتاب سے لی گئیں ہیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ یہ کتاب ۷۵۰ہجری تک دستیاب تھی .۲۰-اس دور کی چوتھی نایاب اور ناپید کتاب ''اخبارِلودھی'' ہے جس کے مصنف احمد بن سعید لودھی (۶۸۶ہجری) ہے۔ یہ کتاب ملتان کے لودھی بادشاہوں کی شاعری اور سوانح حیات کے بارے میں لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب ۱۱۰۰ہجری تک دستیاب تھی۔لیکن اب یہ دستیاب نہیں ہے۲۱۔ لرغونی پختانہ شیخ کٹہ متی زئی نے لکھی ہے۔ ان کے والد کا نام شیخ یوسف تھا۔ پٹہ خزانہ کے مطابق یہ کتاب پشتو کے مشہور شعراء اور دیگر عالم و فاضل لوگوں کے بارے میں ہے۔ یہ کتاب بھی۱۱۴۲ہجری تک محمد ھوتک کے پاس دستیاب تھی کیونکہ انھوں نے بے شمار مشہور پشتو شعراء اور دیگر لوگوں کی سوانح حیات اس کتاب سے نقل کی ہیں۲۲-اس دور کی ایک اور اہم اور مشہور کتاب ''دَشیخ ملی دفتر'' (شیخ ملی کا دفتر) ہے۔ جس کے مصنف شیخ ملی(۷۵۰ہجری) تھے۔ شیخ ملی ایک تاریخ دان اور لکھاری تھے۔ آپ کا اصل نام آدم او ر والد کا نام شیخ یوسف تھا۔ آپ کا خاندان قندھار میں رہتا تھا۔ اُنھوں نے پشاور ہجرت کی اور یوسف زئی علاقے میں مقیم ہوگئے۔ یوسف زئی اور دلہ زاک قبائل میں شیخ ملی کو عزت وا حترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس لئے ان کو پختونوں کا لیڈر بنا دیا گیا۔ یوسف زئی کے علاقے میں زمینیں ان کی زیرِ نگرانی تقسیم کی جاتی تھیں۔ انھوں نے اپنی کتاب ''شیخ ملی کا دفتر'' میں یوسف زئی پختونوں ،اس وقت کے حالات اور زمین کی تقسیم کے بارے میں زرعی قوانین کا ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب بھی۱۱۰۰ہجری تک دستیاب تھی کیونکہ مشہورپشتو شاعر

خوشحال خان خٹک اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ سوات میں دو چیز یں ہیں خواہ وہ خفی ہیں یا جلی؛ ایک درویزہ کا مخزن اور دوسرا شیخ ملی کا دفتر ۲۳۔

اگر اس پہلے دور کے نثر کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے لوگ تذکرے (Memoirs) لکھا کرتے تھے۔ نثر پر فارسی اور عربی کا اثر غالب ہے۔ عربی زبان مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے۔ جبکہ فارسی پشتو کا پڑوسی زبان ہے۔ اس وقت کا نثر سادہ اور جامع تھا۔ کتابوں کے نام پشتو میں تھے۔ یہ نثر مذہب اور تاریخی واقعات کے بارے میں تھا۲۴۔

دوسرا دور(۹۰۰ تا ۱۱۰۰ ہجری):

پشتو نثر کے دوسرے دور کا آغاز بایزید انصاری سے ہوتاہے۔ وہ پیرروشن کے نام سے مشہور ہیں۔ وہ قاضی عبداللہ کے گھر۹۳۱ہجری کو جالندھر (ہندوستان)میں پیدا ہوئے۔ اس کا خاندان مشہور صحابی حضرت ابو ایوب انصاری سے تعلق رکھتا ہے۔ ان کے والد کانی گرم(وزیرستان) ہجرت کرکے آئے۔ بایزید انصاری مذہب میں دلچسپی رکھتے تھے۔ اس لئے وہ ہر مکتبہ ء فکر کے مجالس میں بیٹھا کرتے تھے۔ انھوں نے اس طرح پیر کا مرتبہ حاصل کرلیا اور پیر مرید کے تعلقات شروع ہونے لگے۔ اس تحریک کو ’’روشنیاں‘‘ کا نام دیا گیا جبکہ وہ پیر روشن کے نام سے مشہور ہونے لگے۔اس وقت کے کچھ علماء نے ان کی مخالفت کی۔ ان میں اخون درویزہ بھی تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب مغل بادشاہ اکبر(۱۵۵۶تا۱۶۰۶)تخت نشین تھے۔ اس نے بایزید اور ان کے پختون قبائل کو کچلنے کی کوشش کی اور بونیر میں ایک مشہور جنگ لڑی جس میں اکبر کا وزیر بیربل مارا گیا اور مسلمان جرنل زین خان نے مزید سامنا نہیں کیا اور میدانِ جنگ سے بھاگ گیا۲۵۔تاہم پیر روشن کی تحریک اخوند درویزہ اور حضرت پیر بابا کی کھلم کھلا مخالفت کی وجہ سے ناکام ہوگئی۔ انھوں نے ان کو پیر روشن کی جگہ پیرِتاریک کا نام دیا۔بایزید انصاری نے کئی سال تک مقابلہ کیا لیکن آخر کار ۹۸۰ہجری کو دنیا سے رحلت فرماگئے۔ بایزید انصاری نہ صرف پشتو زبان کے لکھاری تھے بلکہ پختونوں کے ایک لیڈر بھی تھے۔ انھوں نے دنیا میں اس وقت آنکھیں

کھولیں جب پختو ن قوم زوال پزیر تھی۔ خاندان مغل کے بانی ظہیر الدین بابر نے پختونوں سے حکومت چھین لی تھی۔ اس نے ۱۵۲۶ء میں ابراہیم لودھی کو شکست دی اور مغل خاندان کی بنیاد رکھی۔ اس لئے بایزید انصاری نے مغل حکمرانوں کے خلاف پختون قوم کو جگانے کی کوشش کی۔ مغل سے لڑنے کے لئے انھوں نے اپنے آپ کو پیر کہا اور تمام پختونوں کو دعوت دی کہ وہ ان کے ہاتھ بحیثیت ان کے مرید کے بیعت کرلیں۔ اگرچہ اخون درویزہ اور پیر بابا نے ان کی مخالفت کی تاہم پھر بھی ان کو زیادہ تر پختونوں کی حمایت حاصل تھی۲۶۔وہ پہلے پختون تھے جنھوں نے عربی اور فارسی کے ساتھ ساتھ پشتو میں مذہبی معاملات پر بھی کتابیں تحریر کیں۔ وہ پشتو، عربی،فارسی اور ہندی لکھ اور بول سکتے تھے ۔ان کی مشہور پشتو نثر کی کتاب خیر البیان ہے۔ اس کتاب کی تخلیق میں چار زبانوں (پشتو،عربی،فارسی اور ہندی) کا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ کتاب بایزید انصاری کے پیروکاروں اور مریدوں کے لئے ایک مقدس کتاب تھی۔ یہ کتاب اسلامی احکامات، تصوف، اخلاقیات،حلال وحرام اور اخروی زندگی کے بارے میں ہے۔ یہ حنفی مکتبہء فکر کے فقہی کتابوں کی نقل ہے۲۷۔جب بایزید انصاری موت کے قریب تھے تو انھوں نے اپنے مریدوں کو فرمایا کہ ''جو کچھ اسے معلوم تھا اس نے خیرالبیان میں قلم بند کیا ہے۲۸۔بازید انصاری کی دیگر کتابوں میں مقصود المومنین (عربی)،صراط التوحید،۱۸۷۸ہجری میں فارسی اور عربی زبانوں میں لکھی اور حالنامہ (فارسی)شامل ہیں۲۹۔ اس دور کے دوسرے مشہور پشتو نثر کے قلمکار اخون درویزہ (۹۴۰ہجری)تھے۔ ان کے دادا شیخ سعدی پشاور ہجرت کرکے آئے تھے۔ ان کے والد شیخ گدا پشاور میں پیدا ہوئے تھے۔شیخ گدانے بونیر ہجرت کی جہاں پر ان کے بیٹے اخون درویزہ پیدا ہوئے ۳۰۔درویزہ کو حضرت پیر بابا کا مرید بنایا گیا جو اپنے وقت کے بہت بڑے عالم و فاضل انسان تھے ۔دونوں پیر و مرید نے پیر روشن کے مذہبی عقائد کی مخالفت کی اور ان کو پیر تاریک پکارنے لگے پیر روشن کے ساتھ ان کے اختلافات وحدت الوجود کے فلسفہ پر تھے ۳۱۔یہاں تک کہ انھوں نے خیر البیان کے جلانے کا فتویٰ بھی جاری کردیا۔ اگر بغور جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ اخون درویزہ

اور پیر روشن کے اختلافات نے پشتو ادب کی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ درویزہ بابا ۱۰۴۸ہجری کو وفات پا گئے ۔ان کا مزار پشاور کے قریب ہزار خوانی میں ہے۔ اخون درویزہ نے پشتو زبان میں پختون قوم کو اپنی تعلیمات کا درس دیاہے۔ ان کی مشہور پشتو نثر کی کتاب ''مخزن الاسلام'' ہے جو ایک مذہبی، سیاسی اور تاریخی کتاب ہے ۳۲۔اخون درویزہ کی دیگر کتابوں میں ''ارشاد الطالبین''، '' تذکرہ الابرار ولاشرار'، ''برہان الا نبیاء''اور ''ارشاد المریدین'' شامل ہیں۔ یہ تمام کتابیں فارسی زبان میں لکھی گئیں ہیں۔ اخون درویزہ کے مکتبہء فکر نے عظیم مریدوں جیسے شیخ قاسم اور درویزہ کے بیٹے عبد الکریم(میاں کریم داد) کو جنم دیا۳۳۔کریم داد نے اپنے والدکی کتابوں کی تکمیل و تالیف میں ہاتھ بٹھایا۔ جبکہ شیخ قاسم نے ایک علمی اور مذہبی کتاب ''فوائد الشریعت'' کے نام سے تحریر کی۳۴۔اس دور کے دیگر نثر نگار ملامست زمند(سلوک الغزوات)، شیخ بستان (بستان الاولیآء)، شیخ قاسم (تذکرہ الاولیآء)اور اللہ یار (تحفہ ء صالح)ہیں۔لیکن یہ کتابیں دستیاب نہیں ہیں۔

پہلے اور دوسرے ادوار کے نثر میں نمایاں فرق موجود ہے۔ دوسرے دور کو نثر کافنی دور بھی کہا جاتا ہے۔ فارسی اور عربی کے الفاظ پشتو نثر میں اس حد تک سرایت کر گئے ہیں کہ اب یہ الفاظ اجنبی نہیں رہے۔ نثر میں تصوف، اخلاقی تعلیمات، تاریخی اور مذہبی واقعات کو جگہ ملنے کی وجہ سے وسعت مل گئی۔ اس دور میں نہ صرف تاریخی اور مذہبی کتابیں لکھی گئیں بلکہ عربی اور فارسی کتابوں کے پشتو زبان میں ترجمے بھی کئے گئے۳۵۔ اس دور کی کتابیں مذہبی تعلیمات اور تاریخی واقعات کو بہت خوبصورت انداز میں بیان کرتی ہیں۔ اس فن کی وجہ سے اس دور کو نثر کا دوسرا دور کہا جاتا ہے۔

تیسرا دور(۱۱۰۰تا۱۲۰۰ہجری)

پشتو ادب کے لئے ۱۱۰۰ہجری (۱۷۰۰ء) ایک بہت ہی خوش قسمت دور ثابت ہوا۔ اس صدی میں خوشحال خان خٹک اور ان کے خاندان نے پشتو ادب کے لئے بے شمارخدمات انجام دیں۔ خوشحال خان خٹک شہباز خٹک کے بیٹے تھے اور۱۰۲۲ہجری کو اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔ شہباز خٹک نے اپنی زندگی میں مغل حکمرانوں کی بڑی خدمت کی اور

ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے خوشحال خان خٹک نے بھی مغلوں کی خدمت کی۔ تاہم بعد میں مغل حکمرانوں اورنگ زیب عالمگیر(۱۶۵۸تا ۱۷۰۷)نے خوشحال خان خٹک کو قلعہ گوالیار میں چار سال کے لئے قید کر دیا جس کا ذکر خوشحال خان نے گلے اور شکوے کی شکل میں اپنے اشعار میں کیا ہے۳۶۔جب خوشحال خان خٹک کو رہا کر دیا گیا تو انھوں نے مغلوں سے انتقام لینے کا فیصلہ کر دیا۔ انھوں نے اپنے اشعارمیں اورنگزیب کو کافر اور گمراہ کہا۳۷۔خوشحال نے پختون قوم کو مغلوں کے خلاف متحد کرنے کی کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی۔۱۶۸۸ء کو پشتو ادب کے یہ عظیم شاعر وفات پاگئے اور اکوڑہ خٹک میں دفن کئے گئے۳۸۔خوشحال خان خٹک نے شاعری کے ساتھ ساتھ نثر میں بھی بہت بڑا کام کیا۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے پشتو اور فارسی میں دو سو سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں۳۹۔خوشحال کی اہم ترین تصانیف میں بازنامہ، دستار نامہ، فضل نامہ، صحت البدن، سوات نامہ، فراق نامہ، بیاض، پشتو ہدایہ(عربی سے پشتو میں ترجمہ) شامل ہیں۔خوشحال کی نثر کی اہم کتاب دستار نامہ ہے اس کتاب میں خوشحال فوقیت کے وہ خصوصیات بیان کرتا ہے جسکی بدولت ایک شخص پگڑی باندھنے کے قابل ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ پگڑی ایک نمائش نہیں بلکہ یہ ایک شخص کی عزت اور اَنا ہے۔ ایک شعر میں وہ فرماتے ہیں کہ پگڑی باندھنے والے لوگ تو ہزاروں میں ہیں لیکن پگڑی والے لوگ محض چند ہیں۔۴۰۔خوشحال کے نثر کی دوسری اہم کتاب ''بیاض''اس کتاب میں وہ اپنے خاندان اور اپنی زندگی کے حالات بیان کرتے ہیں۔ خوشحال خان خٹک کے ساٹھ(۶۰) بیٹے تھے۔ جن میں اشرف خان، عبدالقادرخان خٹک،صدر خان خٹک۴۱، اسکندرخان خٹک اور گوہر خان خٹک شعراء تھے۔ بہرام خان ان کا ایک سرکش اور نافرمان بیٹا تھا۔ حلیمہ خٹک خوشحال خان کی وہ بیٹی تھی جو تصوف، تلواراور قلم کی شاعرہ تھی۔ افضل خان خٹک، اشرف خان کا بیٹا اور خوشحال خٹک کا پوتا تھا۔ انھوں نے جو کتاب افضل خان خٹک تحریر کی اسکا نام ''تاریخ مرصع''ہے۔ اس کتاب میں مشہور انبیائے کرام، آزادی سے قبل ہندوستان کے بادشاہوں، پشتو اور پشتو قبائل اور خاص کر خٹک قبیلے کی تاریخ خاص کر خٹک قبیلے کا تذکرہ ہے۔ آخر میں اولیآ ء اللہ اور بزرگان دین کا ذکر کیا

گیا ہے۴۲۔ افضل خان خٹک کے بیٹے کاظم خان نے پشتو ادب کی خدمت کی۔

اس دور میں محمد ھوتک نے ۱۱۴۲ہجری میں پشتو نثر کی کتاب ''پٹہ خزانہ''(پوشیدہ خزانہ) تحریر کی۔ محمد ھوتک کی دیگر کتابیں خلاصتہ الفصاحت اور خلاصتہ الطب ہیں۔ ان کتابوں میں سب سے اہم ''پٹہ خزانہ''ہے۔ اس کتاب کی ایک تاریخی اہمیت ہے۔ کیونکہ اس کتاب کے صفحات میں تقریباًپانچ سو شعراء کی سوانح حیات اور شاعری کا ذکر ملتا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس سے ہمیں پشتو ادب کی نایاب کتابوں یعنی ''لرغونی پختانہ''، ''تاریخ سوری''اور ''تذکرہ الاولیآء''وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔ اس دور کے اور قلمکار یہ ہیں۔ پیرمحمد کاکڑ (معرفتہ الافغانی، پشتو گرائمر، علمِ اشتیاق الفاظ، نحو اور ضرب الا مثال پر لکھی گئی ہے۔ نور محمد، یونس، مظفر، یار محمد، حاجی ابراہیم، امیر محمد، نواب محبت خان(پشتو گرائمر کی کتاب ''ریاض ال محبت''تحریر کی)، اللہ یار، نواب مستجاب خان،قاسم، شمس الدین اسلامی فقہ کی کتاب ''سراج الموتہ'' تحریر کی۴۳ ۔

اس دورکے نثر کا جائزہ یہ ثابت کرتا ہے، کہ اس میں خٹک خاندان نے ایک اہم اور بڑا کردار ادا کیا ہے۔ یہ ادب اپنے زمانے کے نظریات اور خیالات کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس دور پر مغل حکمرانوں کا اثر نمایاں ہے۔ اس دور میں پشتو شاعری پشتو نثر سے بہت آگے تھی لیکن مغل حکمرانوں اور پختونوں کے درمیان دشمنی سے پشتو ادب کو ایک فائدہ یہ پہنچا کہ خوشحال خان، جو خٹک خاندان کے چشم وچراغ تھے، نے اپنی شاعری اور نثر کے ذریعے پختونوں کو مغلوں کے خلاف متحد کرنے کی بھر پورجد وجہد کی۔ اس دور مین مذہبی خیالات اور عربی کے الفاظ پشتو ادب میں داخل ہوگئے۔ خاندان خٹک نے شاعری کی بجائے نثر میں بڑا کردار اد ا کیا۔ انھوں نے پشتو نثر میں خوبصورتی، سادگی اور رومانی خاصیت پیدا کی۔ ضرب الامثال کا استعمال کیاہے اور عربی اور فارسی کتابوں کے پشتو زبان میں ترجمے کئے ہیں۔ اسی طرح اس دور میں مذہب، پشتو گرائمر، علمِ اشتیاق الفاظ، صرف و نحو اور ضرب الامثال پر کتابیں لکھی گئیں۔ پشتو کہانیاں لکھنے کارواج بھی شروع ہوا۔ اس دور کی اہم کہانی ''آدم خان درخانی''ہے۔ جو کہ مسعود نے لکھی ہے۔ اس طرح ابراہیم نے

زقوم بادشاہ اور سیف الملوک لکھی ۴۴۔

چوتھا دور(۱۳۰۰تا۱۴۰۰ ہجری):

اس دور کو پشتو نثر کا جدید دورکہاجاتا ہے۔اس دور میں پشتو کو بین الاقوامی شناخت مل گئی پشتو نثر کا دائرہ اس قدر وسیع ہوگیا کہ زندگی کے سیاسی، معاشرتی اور مذہبی پہلوؤں پر کتابیں لکھی گئیں۔ افسانے، ناول اور ڈرامے بھی اس دور میں لکھے گئے۔ یہ پشتو ادب کا انتہائی ترقی یافتہ دور ہے۔ اس دور کے اہم قلمکار گل احمد، مولوی احمد(گنج،اسماء الحسنٰی)، مراد علی صاحب زادہ(تفسیرِ یسیر)، احمد جان(دَ قصہ خوانی گپ)، میاں حبیب گل اور میاں محمد یوسف(توبۃ النصوح) ہیں۔ توبۃ النصوح ڈپٹی نذیر احمد کی اردو کی کتاب کا پشتو ترجمہ ہے۴۵۔

پشتو افسانے کا آغاز اس وقت ہوا جب اردو افسانے نے اپنا ابتدائی مرحلہ مکمل کر لیاتھا۔ برِصغیر پاک و ہند میں پریم چند پہلے افسانہ نگار تھے ۴۶۔ ان کے افسانوں پر دیہی زندگی کا اثر نمایاں ہے۔ انھوں نے دیہی زندگی کے مسائل اور ناہمواریوں کی عکاسی بڑے فنکار انہ انداز میں کی ہے۔ ان کا مقصد لوگوں کو معاشرتی اصلاحات کی طرف راغب کرنا تھا۔ افسانہ ایک ایسی مختصر نثری کہانی ہوتی ہے جو فنی اور تکنیکی لحاظ سے مکمل ہوتی ہے۔ اور جس کا مقصد معاشرتی اور اخلاقی اصلاح ہوتا ہے۔ پشتو افسانے کا ارتقاء دو ادوار میں تقسیم ہوتا ہے۔ پہلا دور آزادی ہند سے قبل کا ہے۔ اور دوسرا دور آزادی ہند کے بعد کا ہے۔ تقسیم ہند اور قیام پاکستان سے قبل مندرجہ ذیل افسانہ نگاروں نے افسانے لکھے ہیں۔

راحت زاخیلی پشتو کے پہلے افسانہ نگار ہیں۔انھوں نے ۱۹۱۷ء اور۱۹۱۹ء کو بالترتیب کنڈہ جینئ(بیو ہ لڑکی) اور شلیدلی پنڑہ(پھٹا ہو ا جوتا) نامی افسانے لکھے۔ افسانہ ''کنڈہ جینئ''میں ایک لڑکی جس کا نام مرغئ ہے۔ وہ پندرہ سال کی عمر میں نو سال کے بچے کو بیاہ دی جاتی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے مرغئ جوانی میں ہی بیوہ ہو جاتی ہے۔ اس کی ساس مرجان اسے منحوس کہتی رہتی ہے، جس سے تنگ آکر مرغئ دریا میں خودکشی کرنے کے لئے چلانگ لگاتی ہے۔ اس افسانے میں ظالم ساس کے بارے میں راحت زاخیلی نے جو زبان

استعمال کی ہے وہ فطرت کے بہت قریب ہے۔ ''لور خور کہ غوا میخہ''، ''دَ شریف خان شیخیٔ''، ''دَپشتو بدل''، ''تورہ بلا''، ''دَتندی لیک''اور ''تورہ پیشو''(کالی بلی)راحت زاخیلی کے دیگر افسانے ہیں۔ منشی احمد جان پشتو کے دوسرے افسانہ نگار ہیں۔ ان کے افسانے کا نام ''دَقیصہ خوانی گپ''ہے جو ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا۔

ماسٹر عبدالکریم نے تقسیم ہند سے قبل ''ژولی گلونہ''کے نام سے افسانہ تحریر کیا۔ اس طرح نادر خان برمی نے ''پلوشے'' افسانہ تحریر کیا۔ اس افسانہ میں ایک خان اپنے ۴۰سالہ نوکر کی شادی ایک سولہ سالہ خوبصورت لڑکی شیر بانو سے کراتا ہے۔ خان نوکر پر اس حد تک احسانات کرتا ہے کہ ان کوحیا اور عزت کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے ۴۷۔ قیام پاکستان کے بعد ایک نیا نظامِ معاشرت وجود میں آیا جس نے نئے مسائل کو جنم دیا جسکی وجہ سے خیالات اور ادب کے زاویے اور ڈھانچے تبدیل ہوگئے۔ اس دور میں نئے افسانہ نگار سامنے آگئے انھوں نے رومانی، اصلاحی اور سیاسی افسانے تحریر کئے۔ ان افسانوں میں حقیقت، عوامی اور معاشرتی شعور نمایاں ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد میر مہدی شاہ پہلے افسانہ نگار تھے۔ انھوں نے مندرجہ ذیل افسانے تحریر کئے۔ ''نشان''، ''دہ بوڈی ٹال''(قوسِ قزح)، ''پت''(عزت)، ''لالہ گلونہ''(گل لالا)۔ اس طرح قلندر مہمند، ہمیش خلیل، اشرف حسین اور زیتون بانو نے بالترتیب ''گجرے''(ہار)، ''چارگل''اور ''شنڈے گل''تحریر کئے۔ اسی طرح ساغر آفریدی نے ''بدعمل''، ''لوظ''، ''باور''(اعتبار)، حسن خان سوز نے ''لوگے او رنڑا''(دھواں اور روشنی) ''او کہ اباسین راغلے نہ وے''(اگر اباسین نہ آتا)، طاہر اثر آفریدی نے ''دہ محلونو خواکے''(محلوں کے قریب) اور'' پاڑے پاڑے''جیسے اہم افسانے تحریر کئے ۴۸۔

جہاں تک پشتو ناول کا تعلق ہے تو پشتو زبان میں کئی ناول بھی لکھے گئے ہیں۔ ناول انسانی زندگی کے ہر پہلو پر بحث کرتا ہے۔ یہ انسان کی حقیقی زندگی کی عکاسی کرتاہے۔ پشتو کے ناول نگاروں میں راحت زاخیلی کو پہلا ناول نگار بھی مانا جاتاہے۔ انھوں نے ۱۹۱۷ء میں ''نتیجہ عشق'' ناول تحریر کیا لیکن ڈاکٹر محمد اعظم اعظم کے مطابق راحت زاخیلی کا یہ ناول نہ تو شائع ہوا اور نہ ہی دستیاب ہے۔ اس لئے ان کے مطابق میاں حسیب گل پشتو کا

پہلا ناول نگار ہے۔ انھوں نے ڈپٹی نذیر احمد کے اُردو ناول ''مراۃ العروس'' کو ''عشق نگین'' کے نام سے پشتو میں ترجمہ کیا۴۹۔ قیام پاکستان کے بعد پروفیسر صاحب زادہ محمد ادریس نے ''پیغلہ'' (نوجوان لڑکی) کے نام سے ناول تحریر کیا جو۱۹۵۰ء میں شائع ہوا۔ اس نے نہ صرف پشتو کے پہلے ناول کا اعزاز پایا بلکہ تکنیکی لحاظ سے پشتو کے دیگر ناول نگاروں کی رہنمائی بھی کی۔ اس ناول کے بعد امیر حمزہ خان شنواری کا ناول ''نوے چپے'' (نئی موجیں) کا نام آتا ہے۔ جو۱۹۵۷ء کو تحریر کیا گیا۔ یہ ایک سیاسی ناول ہے کیونکہ اس کا مرکزی خیال آزادیء ہند سے قبل کے سیاسی مسائل کے بارے میں ہے۔ لیکن اس کی بے جا طوالت اورسیاسی بحث نے اس کی حیثیت کو کم کردیاہے۔ اسی سال اشرف درانی کا ناول ''زرکے سترگے'' بھی شائع ہوا اس ناول میں انھوں نے معاشرے کے تعلیم یافتہ جوانوں کے عشقیہ جذبات کو بری نظر سے دیکھا ہے۔۵۰ پشتو ناول کے ارتقاء کے ادوار میں میاں سید رسول رسا نے ۱۹۶۷ء اور۱۹۶۸ء کے درمیانی عرصے میں ''غرور'' ، ''شمع'' ، ''خودکشی'' اورمیمونئ'' تحریر کیئے۔ اس کا پانچواں ناول ''میخانہ'' ۱۹۸۵ء میں شائع ہوا لیکن اس میں بھی طویل بحث کا عیب اور فنی نقائص ہیں۔ اسی طرح شیر زمان غمژن نے گل خان، ''امانت'' اور ''رحمان کورونہ'' تحریر کیئے۔جبکہ ساغر آفریدی نے ''نوے کول'' (نئی نسل) تحریر کیا۵۱۔ ناول ''نوے کول'' موجودہ مغربی تعلیم یافتہ نسل کی طرزِ زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ ان ناولوں کے علاوہ اب تک جو ناول لکھے گئے ہیں ان میں محمد ابراہیم شبنم کا ''خواخے انگور'' (ساس اور بہو)، میاں مکمل شاہ کا ''ژوندی مینہ'' (زندہ محبت)اور حبیب افغانی کا ''خاپیری'' (پری)اور ''مینہ او فرض'' (محبت اور فرض) جبکہ سلطان محمد خان ماٹو خان کا ناول'' چودے ننجۂ(ٹوٹا شیشہ) اہم ناول ہیں۵۲۔

ڈرامہ پشتو ادب میںایک نیا صنف ہے۔ لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ پشتو میں ڈارمے کا ظہور حادثاتی طور پر ہوا ہے۔ کیونکہ پشتو کے رومانی اور لوک داستانوں میں یعنی ''آدم خان درخانئ'' ، ''دلی اوشخی'' (صدر خان خٹک)، ''فتح خان رابعہ'' ، ''موسیٰ خان گل مکئ'' (ملانعمت اللہ) اور ''مومن خان شیرینئ'' میں ڈرامائی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ ڈرامہ حقیقت

اور فطرت کے نقل کا دوسرا نام ہے۔ یہ حقیقی زندگی کی عکاسی بھی کرتا ہے۔ ڈرامے کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ بعض محققین کے مطابق ''ناٹک'' پہلا ایشیائی ڈرامہ تھا جو سنسکرت زبان میں لکھا گیا اور جس کو بدھ بادشاہ اشوک کی سرپرستی حاصل تھی۵۳۔ اس کا مطلب ہے کہ بت پرستوں میں ڈرامے کا رواج عام تھا۔ جبکہ مسلمانوں میں یہ صنف بلکل موجود نہ تھی۔ تاہم جب مسلمان ہندوستان کے حکمران تھے (۷۱۲ء تا ۱۸۵۷ء) تو اس دور میں انھوں نے ڈرامے کی صنف کی طرف توجہ دی۔ پہلا اردو ڈرامہ ''اِندرسبھا'' امانت لکھنوی نے لکھا۔ اور نواب واجد علی شاہ نے اس کی حمایت کی۔ اس کے بعد اردو میں مزید ڈرامے لکھے گئے جن میں امتیاز علی شاہ کا ڈرامہ ''انارکلی'' اہم ہے۔ پہلا پشتو ڈرامہ ''درے یتیمان'' (تین یتیم) عبدالاکبر خان نے لکھا اور یہ ڈرامہ۱۹۳۷ء میں اتمانزئی آزاد سکول کے سالانہ تقریب کے موقع پر سٹیج پر پیش کیا گیا۵۴۔یہ ایک اصلاحی ڈرامہ ہے۔ جس میں خان کے مظالم اور مذہبی علماء کے متکبرانہ رویے کے خلاف ایک آواز اٹھائی گئی ہے۔ اس کے بعد ''درذ'' ڈرامہ امیر حمزہ خان جالیا نے ۱۹۳۰ء میں تحریر کیا جو چارسدہ میں سٹیج پر پیش کیا گیا۔ ڈرامے کا مرکزی نکتہ انگریز حکومت کے ظلم وتشدد کے گرد گھومتا تھا۔ خدائی خدمتگار تحریک کے ارکان نے اس ڈرامے میں کردار ادا کیا۔ اس ڈرامے نے ایک طرف دردناک زندگی اور دوسری طرف انگریز کے بے رحم رویے کی عکاسی کی، اس لئے انگریز حکومت نے ڈرامے کے مصنف اور اس میں کردار ادا کرنے والے لوگوں کو گرفتار کر لیا۵۵۔ اور ان پر مقدمہ چلا کر ان کو سخت سزائیں دی گئیں۔ ۵٦ بقولِ رضا ہمدانی پشتو کے سیاسی ڈراموں میں ''درذ'' پہلا نقش تھا۵۷۔ اس ڈرامے کے بعد عبد الخالق خلیق نے ڈرامہ ''شهیده سکینه''، ''خوگ ژوند'' (پیاری زندگی)اور ''خدائی خدمتگار'' لکھے۔ ان ڈراموں کے بعد پشتو زبان میں سیاسی اور اصلاحی ڈرامے لکھے گئے۔ ''ننگ'' ۱۹۳۷ء میں قاضی رحیم اللہ نے ''نوے روشنی'' (نئی روشنی)لکھی۔ جب ۱۹۳٦ء میں پشاور ریڈیو سٹیشن کھول دیا گیا تو ریڈیو پر ڈراموں کو نشر کرنے کے لئے ہزاروں ڈرامے لکھے گئے۔ پشتو ڈرامے کے اس ارتقائی دور میں محمد اسلم خٹک نے بھی ایک انقلابی ڈرامہ '' دَ وینو جام'' تحریر کیا۔ یہ ڈرامہ انھوں نے

۱۹۳۵ء میں لکھا۔پشاور ریڈیو سٹیشن نے قتل و غارت کے خلاف یہ ڈرامہ نشر کیا۔ یہ ڈرامہ اصل میں ریڈیو کے لئے لکھا گیا تھا لیکن بعد میں شائع بھی ہوا۔ یہ ڈرامہ پختون معاشرے میں پختون معاشرے میں قتل و غارت کے بارے میں ہے۔ اس ڈرامے کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہوا ہے۵۸۔ جن مصنفین نے ریڈیو ڈرامے کے پہلے دور میں ڈرامے لکھے ان میں عبدالکریم مظلوم، امیر حمزہ خان شنواری، داؤد شاہ برق اور سمندر خان سمندر مشہور ہیں۔عبدالکریم مظلوم کے ریڈیو ڈراموں کا مجموعہ ''سہرے'' کے نام سے شائع ہوا ۔ریڈیو ڈرامے کے دوسرے دور میں جن لوگوں نے ڈرامے لکھے ان میں امیر حمزہ خان شنواری (''ژرندہ گڑے'' ، ''دَ سرو گوتۂ'' ، ''نوی دنیا'')سمندر خان سمندر (''یتیم'' ، ''جمالہ'')، میاں سید رسول رسا(''دَسقراط مرگ'' ، ''پیریان'')، آیاز داودزئی(خکولا رخوبصورتی)، ایس اے رحمان (''نیمگڑے خوب'' ر ادھوراخواب)اور ''اوور او اوبہ'' (پانی اور آگ)بہت مشہور ہیں۵۹۔۱۹۶۴ء میں پاکستان ٹیلی ویژن نے کام شروع کیا تو۱۹۶۹ء میں روالپنڈی راسلام آباد ٹیلی ویژن سنٹر سے جو پہلا پشتو ڈرامہ نشر ہوا اس کا نام تھا ''خپل پردی''(اپنے پرائے)۔یہ اردو ڈرامہ ''کانچ کا گلاس'' کا پشتو ترجمہ تھا۔ جس کا ترجمہ ہدایت اللہ خان ایڈوکیٹ نے کیا۶۰۔ اس طرح پشاور ٹیلی ویژن کے افتتاح کے بعد ہزاروں پشتو ڈرامے نشر کئے گئے۔۱۹۷۵ء میں پشاور ٹیلی ویژن سنٹر نے ڈرامہ'' ورکے لارے'' (گمشدہ راستے) نشر کیا۔

ہر زبا ن اور ادب اپنے بولنے والوں کے رسم ورواج، مذہب، معاشرت اور رویوں کی نمائندگی کرتا ہے ۔چاہے نثر ہو یا شاعری، افسانہ ہو یا ناول، ہر ایک صنف کی اپنی جگہ، ایک مقام اور اہمیت ہے۔ پختون قوم چونکہ مذہب، انا، مہمان نوازی، غیرت، انتقام، لڑائی جھگڑے، حرص و لالچ کے لئے مشہور ہے اس لئے ان کا ادب ان چیزوں پر مشتمل ہے۔ اور ان میں ان کی ہر قسم کی سیاسی، مذہبی، سماجی، معاشرتی اور تعلیمی اصلاح کی کوشش کی گئی ہے۔

حوالہ جات

۱- محمد افضل رضا، دَ پشتو دَ نثر تاریخ، ۲۲۳ تا ۱۳۵۰ ہجری ،(پشاور عظیم پبلشنگ ہاؤس)، ص۲۰-۲۱

۲- القرآن سورۃ البقرہ، آیات نمبر ۳۱

۳- رضا، دَ پشتو دَنثر تاریخ، ص۲۲-۲۳

۴- قاضی عطاء اللہ خان، دَ پختنو تاریخ (پختونوں کی تاریخ)،(بنوں دَ پشتو ادبی جرگہ، این ۔ڈی)، ص۱ - ۱۰

۵- رضا، دَ پشتو دَنثر تاریخ، ص ۵۱-۵۲

۶- افضل رضا، دَپشتو غزل، (پشاور : پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی،۱۹۷۸ء)ص۲۸-۲۹

۷- اس کا ایک نظم یہ تھا زہ یم زمرے پہ دے نڑئی
زما اتل نشتہ
پہ سند دَ ہند و پر تخار و پہ کابل نشتہ
لہ ما اتل نشتہ بل بہ زابل نشتہ

۸- رضا، دَ پشتو غزل، ص ۴۳

۹- ایضاً، ص ۴۵

۱۰- ایضاً، ص ۴۷

۱۱- ایضاً، ص ۱۲

۱۲- خواجہ محمد سیال، عبدالحمید بابا(پشاور:عظیم پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۵ء)، ص۱۳

۱۳- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوحمزہ شنواری کی کتاب سپرلے پہ آئینہ کی،(پشاور: جدون پریس۱۹۸۶ء)

۱۴- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوحمزہ شنواری کی کتاب پریوانی،پشاور: جدون پریس۱۹۸۵ء)

۱۵- رضا، دَ پشتو دَنثر تاریخ، ص۸۰-۸۵

۱۶- ایضاً

۱۷- ایضاًص۸۱-۸۲

۱۸- ایضاًص۸۶-۸۷

۱۹- ایضاًص۸۸-۹۱

۲۰- ایضاًص۹۹-۱۰۱

۲۱- ایضاًص۱۰۲-۱۰۳

۲۲- ایضاًص۱۰۴-۱۰۶

۲۳- ایضاً،ص۱۰۷-۱۱۷
۲۴- ایضاً،ص۱۲۲-۱۲۸
۲۵- ایضاً،ص۱۳۱
۲۶- ایضاً،ص۱۳۲-۱۳۴
۲۷- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو بایزید انصاری کی کتاب خیر البیان (بنوں د پشتو ادبی مرکز سرائے نورنگ، ۱۹۸۶ء)
۲۸- رضا، دَ پشتو دَنثر تاریخ، ص ۱۴۴
۲۹- ایضاً، ص۱۳۹-۴۲
۳۰- ایضاً،ص۱۵۸
۳۱- وحدت الوجود کے فلسفے کے بانی سپین کے شیخ محی الدین ابن عربی تھے اس نے ایک کتاب ''فصوص الحکیم ''لکھی۔
۳۲- رضا دَ پشتو دَ نثر کی تاریخ، ص ۱۶۲-۱۶۱
۳۲- ایضاً، ص۱۶۰-۱۷۸
۳۳- ایضاً، ص۱۹۱-۲۰۴
۳۴- ایضاً، ص۲۱۳-۲۲۷
۳۵- ایضاً
۳۶- ماوے زہ بہ دَ مغل پہ نوکری کی   رکیبونہ کڑم دَ سرو دَ سپینو نال
ناحق ئی زنجیرونہ رپخو کڑل   واہ واہ ھسی نوازش ھسی آمال
۳۷- تفاوت دَ نخیل پر دی ور باندی نشتہ
کہ ئی گورے اورنگ زیب بادشاہ گمراہ دے
اطاعت دَ اولو الامر زکہ نہ کڑم
خلیفہ دَ زمانے پہ زڑہ کافر دے
۳۸- رضا پشتو نثر کی تاریخ، ص۲۳۰
۳۹- ایضاً، ص ۲۳۳
۴۰- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو خوشحال خان خٹک دستارنامہ: (بنوں دہ مروتو ادبی جرگہ، ۱۹۸۵ء)
۴۱- صدر خان خٹک نے تقریباً ساٹھ کتابیں تحریر کی جن میں آدم خان درخانی، یوسف زلیخااور نصیحت نامہ اہم ہیں ان کی ''گلدستہ'' نامی کتاب فارسی کی کتاب گلستانِ سعدی کا پشتو ترجمہ ہے۔
۴۲- رضا پشتو نثر کی تاریخ، ص۲۵۵

۴۳- ایضاً، ص۲۷۸-۳۰۴

۴۴- ایضاً، ص۳۰۵-۱۱

۴۵- ایضاً، ص۳۱۳-۳۸۹

۴۶- محمد اعظم اعظم، پشتو ادب کی کردار نگاری،(پشاور ،پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی۱۹۹۳)، ص۱۹۴

۴۷- ایضاً، ص۱۹۴-۲۱۸

۴۸- ایضاً، ص۲۱۹-۳۰۱

۴۹- ایضاً، ص۳۰۲-۳۰۵

۵۰- ایضاً، ص۳۰۶

۵۱- ایضاً، ص۳۰۲-۳۹۲

۵۲- ایضاً

۵۳- سحر گل کتوزئی، پشتو ادب پوھنہ، (پشاور یونیورسٹی پبلشرز ۲۰۰۷)،ص۲۸۷

۵۴- اعظم،ص۴۰۱

۵۵- ایضاً، ص ۴۰۴

۵۶- جہان زیب، محمد اعظم اعظم، محمد افضل رضا، پشتو نثر،(پشاو:رعظیم پبلشنگ ہاؤس خیبر بازار ۱۹۸۵ء)، ص ۲۱۵

۵۷- اعظم، ص۴۰۸

۵۸- خیبر میل، پشاور فروری۱۷،۲،۱۹۷۲ء ارکایو انیڈ لائبریری پشاور

۵۹- اعظم، ص۲۲-۴۲۱

۶۰- ایضاً، ص۲۵-۴۲۴